خاوند کی رضامندی کے بغیر تنفیذ خلع اور اہل حدیث نقطۂ نظر؛ ایک تجزیاتی مطالعہ

مبشر حسین٭

زوجین کے درمیان علاحدگی کی مختلف صورتوں میں سے ایک خلع ہے جس کی مشروعیت پر فقہا کا اتفاق ہے، تاہم اس کے طریق کار اور ضمنی احکام میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ اختلاف کا ایک محور یہ بھی ہے کہ خلع کی تنفیذ میں خاوند کی رضامندی ضروری ہے یا اس کی عدم رضامندی کے باوجود بھی خلع کا انعقاد عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ فقہا کی غالب اکثریت، ماسوائے کئی مالکی علما کے، خاوند کی رضامندی کو عدالتی خلع میں بھی لازمی قرار دیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں عدالتیں خاوند کی رضامندی کے بغیر زوجین میں علاحدگی کی جس شکل کو خلع یا فسخ (تنسیخ نکاح) کے نام سے عمل میں لا رہی ہیں، برصغیر کے حنفی اہل علم کو اس پر سخت اعتراضات و تحفظات ہیں۔

تاہم اس مروجہ حنفی نقطہ نظر کے برعکس پاک و ہند میں اہل حدیث اور سعودی عرب میں بہت سے سلفی اہل علم خلع میں خاوند کی رضامندی کو لازمی تسلیم نہیں کرتے اور اس سلسلہ میں بعض متقدم فقہا، بالخصوص مالکی اہل علم، کا نقطۂ نظر بھی اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ زیر نظر مقالے میں اسی سلسلے میں اہل حدیث بالخصوص پاکستانی اہل حدیث علما کے نقطۂ نظر کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

متقدم اہل حدیث علما کا نقطۂ نظر

متقدم اہل حدیث علما نے خلع کی زیر بحث صورت (یعنی خلع کی تنفیذ میں خاوند کی رضامندی ضروری ہے یا اس کی عدم رضامندی کے باوجود بھی خلع کا انعقاد عمل میں لایا جا سکتا ہے) کے حوالے سے زیادہ تفصیل بیان نہیں کی، تاہم خلع کے لیے زوجین کی رضامندی یا پھر عدم رضامندی کی صورت میں عدالت / قاضی کی طرف رجوع کا ذکر ان علما کی تحریروں میں عمومی انداز میں ضرور ملتا ہے،[1] مثلاً سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس سلسلے میں جو

٭ اسسٹنٹ پروفیسر، سربراہ شعبہ سیرت، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔
(mubashir.hussain@iiu.edu.pk)

1- مثلاً دیکھیے: قاضی شوکانی یمنی کی الدرر البهية اور اس کی تشریح میں مشہور اہل حدیث عالم نواب صدیق حسن خان کی کتاب: الروضة الندية، (بیروت: دار الفکر)۔

فتاویٰ نقل ہوئے ہیں، ان میں خلع کے لیے خاوند کی اجازت اور فسخ نکاح میں پنچایت یا حاکم / قاضی کی موجودگی کا ذکر بھی ملتا ہے؛ اس سلسلے میں ذیل میں ان کے کچھ فتاویٰ نقل کیے جارہے ہیں:

- **۱۔ سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح ہندہ سے ہوا تھا، کچھ روز کے بعد زید میں کوڑھی کی علامت ظاہر ہوئی دوا وغیرہ اچھا ہوا، مگر ہنوز اس کا جسم و بدن اصلی صورت میں آیا نہیں اور علامت بھی باقی ہے، لہٰذا ہندہ اس کے گھر قریب چار برس کے ہوئے نہیں گئی، اور ہندہ خلع کرنا چاہتی ہے اور زید انکار کرتا ہے۔ اب اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے، بینوا توجروا

جواب: صورت مذکورہ میں واضح ہو کہ جب ہندہ خلع کرنا چاہتی ہے تو زید کو مناسب ہے کہ خلع پر راضی ہو اور ہندہ کو اپنی زوجیت سے رہائی دیوے۔ اس لیے صورت مذکورہ میں ہندہ کو زوجیت میں کر کے رکھنا مؤدی الی کفر نعمۃ الزوج ہے اور جو شے مؤدی الی کفر نعمۃ الزوج ہے اس کو دفع کرنا مناسب ہے، جیسا کہ قصہ عورت ثابت بن قیس سے مستفاد ہے۔[۲]

زیر نظر سوال میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ بیوی خلع چاہتی ہے مگر شوہر اس بات پر آمادہ نہیں ہو رہا، اب اسے پنچایت یا قاضی کے ذریعے جدائی کی بجائے مولانا نذیر حسین دہلوی شوہر ہی کو تنبیہ کر رہے ہیں کہ وہ ضرور خلع پر راضی ہو جائے ورنہ وہ گنہگار ہو گا۔ اب ذیل میں اس سلسلے کے دو اور سوال وجواب ملاحظہ فرمائیں:

- **۲۔ سوال:** کیا فرماتے ہیں علما دین اس مسئلہ میں کہ زن و شوہر میں بوجہ کسی امر ناملائم کے اتفاق و ملاپ نہیں ہے۔۔۔۔۔ ظاہراً اتفاق درمیان زن و شوہر کے ہوتا ہوا نظر نہیں آتا تو ایسی صورت میں فیصلہ الٰہی کیا ہے؟

- جواب: صورت مسئولہ میں فیصلہ الٰہی یہ ہے کہ عورت خلع کرے یعنی کچھ مال دے کر اپنے شوہر سے طلاق لیوے۔۔۔۔۔ اور شوہر کو بھی ایسی صورت میں طلاق دینا ضروری ہے۔ اگر یوں طلاق نہ دے تو عورت سے کچھ مال لے کر طلاق دیوے، کیونکہ ایسی صورت میں اگر خلع نہ ہو گا تو زن و شوہر دونوں حدود اللہ پر قائم نہ رہنے کی وجہ سے گنہگار و مرتکب معاصی ہوں گے، بناءً علیہ شوہر کو ضروری ہے کہ عورت سے کچھ مال لے کر اپنے نکاح سے اسے رہا کر دے اور طلاق دے دے اور اگر یونہی بلا مال کے طلاق دے دے تو اور بہتر ہے، واللہ اعلم بالصواب[۳]

- ۳۔ سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زوجہ ہندہ کو بلا قصور زدوکوب کرتا تھا اور انواع انواع کی خرابیوں سے تکلیف دیتا تھا، اسی اثنا میں ہندہ بلا رضامندی زید کے اپنے میکے چلی گئی۔ جب زید بلانے کے لیے گیا تو ثالثوں نے اس وعدہ پر لے جانے پر راضی کیا کہ زید اس کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچادے، اور زدوکوب نہ کرے۔ زید نے وعدہ کر لیا کہ اب ہم کسی قسم کی تکلیف نہیں دیں گے اور زدوکوب نہیں کریں گے اور اسی وعدہ پر اپنی زوجہ کو لے

2– سید نذیر حسین دہلوی، **فتاویٰ نذیریہ** (دہلی: مکتبہ ثنائیہ، ۱۹۸۸ء) ۳: ۶۲، ۶۳۔

3 – دہلوی، نفس مصدر، ۳: ۷۲، ۷۳۔

گیا۔ بعد چند روز کے پھر زدو کوب وانواع انواع کی خرابیوں کے تکلیف دینے لگا۔ بعد تکلیف کشی کے پھر میکے چلی آئی اور اپنے شوہر کے ہاں جانے سے انکار کرتی ہے، زید بھی نان ونفقہ سے خبر نہیں لیتا، ہندہ طلاق مانگتی ہے اور جانے پر کسی طرح راضی نہیں ہے۔ آیا ہندہ کے لے ازروئے شرع طلاق یا خلع یا فسخ سے خلاصی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

- **جواب:** ہندہ کو طلاق سے خلاصی ہو سکتی ہے پس جب صورت مسئولہ میں زید اور ہندہ کے درمیان موافقت و اتفاق نہیں ہے اور ہندہ زید کے یہاں جانے پر کسی طرح بھی راضی نہیں ہے اور طلاق مانگتی ہے اور زید زدو کوب کرتا ہے اور انواع انواع کی خرابیوں سے تکلیف دیتا ہے **تو زید کو چاہیے کہ طلاق دے کر ہندہ کی گلو خلاصی کر دیوے اور اگر یوں طلاق دینے میں اس کو تامل ہو تو اس کو خلع کرنا لازم ہے یعنی ہندہ سے کچھ مال لے کر اس کو طلاق دے دیوے۔** ۔۔۔ پس صورت مسؤلہ میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ سے یہی ثابت ہے کہ زید کو چاہیے کہ اپنی بی بی ہندہ کو طلاق دے کر یا خلع کر کے اپنی زوجیت سے رہا کر دے، واللہ اعلم وعلمہ اتم (۴)

سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کا تجزیہ

پہلے سوال میں شوہر میں بعض ایسی بیماریوں کا حوالہ دے کر خلع کی بابت سوال کیا گیا ہے جن بیماریوں کو فقہانے زوجین میں علاحدگی (فسخ) کے لیے سبب تفریق تسلیم کیا ہے اور تیسرے سوال میں شوہر کی طرف سے بے جا ظلم وزیادتی کی وجہ سے خلع کا سوال اٹھایا گیا ہے اور یہ بھی ایسا سبب ہے جسے فقہانے بالاتفاق سببِ تفریق تسلیم کیا ہے، مگر ان واضح اسباب کے باوجود مولانا دہلوی شوہر ہی کو مخاطب کر رہے ہیں کہ اسے طلاق دینی چاہیے، یا ضرور دینی چاہیے یا اگر وہ طلاق نہیں دیتا تو گنہگار ہے، تاہم انھوں نے اس بات پر روشنی نہیں ڈالی کہ اگر شوہر خلع پر راضی نہیں تو پنچایت کے ذریعے زوجین میں تفریق کرائی جاسکتی ہے یا نہیں۔ اس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شاید مولانا نذیر حسین دہلوی بھی خلع کی تنفیذ میں شوہر کی رضامندی کو ضروری سمجھتے ہوں گے، لیکن یہ اندازہ ہے کہ حتمی طور پر ان کی طرف یہ موقف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

مولانا حافظ عبد اللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

مولانا روپڑی نے زیر بحث مسئلے میں اپنے پیش رو اہل حدیث علما کے مقابلے میں ذرا وضاحت کے ساتھ اپنا نقطۂ نظر پیش کیا ہے، جس کے مطابق بیوی محض شوہر کو طبعی طور پر ناپسند کرتی ہو تو تب بھی خلع حاصل کر سکتی

4- نفس مصدر، ۳: ۷۸۔

ہے اور اگر شوہر خلع کے لیے راضی نہ ہو تو عدالت یا پنچایت کے ذریعے یک طرفہ خلع بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔
ذیل میں اس سلسلے میں روپڑی صاحب کے دو فتوے نقل کیے جا رہے ہیں:

- **۱۔سوال:** خاوند خلیق اور دیندار ہو مگر عورت کو اس کی شکل پسند نہ ہو تو کیا عورت خلع کی مجاز ہے؟

جواب: اگر خاوند تمام حقوق عورت کے ادا کرتا ہو اور عورت بھی نیک ہے مگر خاوند سے کسی عیب کی وجہ سے طبعاً اس کو نفرت ہے جس کو عورت نہ برداشت کر سکے اور اس وجہ سے خطرہ ہو کہ حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہو گی، مثلاً خاوند بہت بد صورت ہو یا گندہ دہن ہو یا اس کے وجود پر جذام کا یا برص کا اثر ہو یا مرگی کا یا مالیخولیا کا عارضہ ہو جو باوجود علاج کے قائم ہو یا اس قسم کی کوئی اور نفرت والی شے ہو تو اس صورت میں بھی عورت کو بذریعہ پنچایت وغیرہ فسخ نکاح کا اختیار ہے۔

منتقی میں ہے:

عن ابن عباس رضي الله عنهما أن جميلة بنت سلول أتت النبي صلى الله عليه و سلم فقالت والله ما أعتب على ثابت في دين ولا خلق ولكن أكره الكفر في الإسلام لا أطيقه بغضا فقال لها النبي أتردين عليه حديقته قالت نعم فأمره رسول الله صلى الله عليه و سلم أن يأخذ منها حديقته ولا يزداد (رواه ابن ماجه)

ترجمہ: یعنی ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جمیلہ بیٹی سلول کی نبی ﷺ کے پاس آئی خدا کی قسم میں اپنے خاوند ثابت کو اس کے دین اور خلق میں کوئی طعن و ملامت نہیں کرتی لیکن ناشکری کو اسلام میں مکروہ جانتی ہوں۔ مجھے اس سے سخت نفرت ہے جس کو میں برداشت نہیں کر سکتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو ثابت کو باغ (جو اس نے تجھے مہر میں دیا ہے) واپس کرتی ہے؟ کہا ہاں، پس رسول اللہ ﷺ نے ثابت کو فرمایا کہ اپنا باغ اس سے لے لے اور زیادہ نہ لے۔

۲- وعن أبي الزبير أن ثابت بن قيس بن شماس كانت عنده عبد الله بن أبي بن سلول وكان أصدقها حديقة فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم أتردين عليه حديقته التي أعطاك قالت نعم وزيادة فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم أما الزيادة فلا ولكن حديقته قالت نعم فأخذها له وخلى سبيلها فلما بلغ ذلك ثابت بن قيس قال قد قبلت قضاء رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، رواه الدارقطني بإسناد صحيح وقال سمعه أبو الزبير من غير واحد.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس باغ کو لوٹاتی ہو؟ کہا ہاں اور زیادہ دینے کو بھی تیار ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زیادہ نہیں بلکہ صرف باغ، کہا اچھا۔ آپ ﷺ نے ثابت کے لیے باغ لے لیا اور عورت کو چھوڑ دیا۔ جب ثابتؓ کو رسول اللہ ﷺ کا یہ فیصلہ پہنچا تو کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ منظور کیا۔ اس کو دار قطنی نے سند صحیح سے روایت کیا۔

پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ خاوند کی طرف سے اگرچہ عورت کے حق میں کوتاہی نہ ہو مگر عورت کو جب کسی وجہ سے طبعی نفرت ہو جس کو وہ برداشت نہیں کر سکتی تو وہ خلع کرا سکتی ہے۔(۵)

● ۲۔سوال: خاوند نامرد ہو تو کیا عورت کو نکاح فسخ کا اختیار ہے؟ اس سوال کے جواب کے ضمن میں لکھتے ہیں:

جواب: لیکن اب ہندوستان میں حکومت کفار ہے، حاکم مسلمان نہیں جس کے پاس مقدمہ جائے سو اس کا انتظام یوں ہونا چاہیے کہ پنچایت کر کے اس کے پاس فیصلہ لے جایا جائے اور پنچایت خاوند کو مجبور کرے کہ طلاق دے۔ اگر خاوند طلاق نہ دے یا پنچایت میں نہ آئے یا کسی جرم کی پاداش میں لمبی مدت کے لیے جیل میں چلا گیا ہو تو ان صورتوں میں پنچایت فتوی شرعی کے رو سے عورت کو دوسری جگہ نکاح کی اجازت دے دے۔ یا اگر پنچایت بھی نہ ہو سکے تو پھر وہاں کے کسی چوہدری یا نمبردار یا کسی عالم کی معرفت یہ کام کرائے اپنے آپ نہ کرے کیونکہ جدائی کا معاملہ نکاح سے زیادہ نازک ہے۔ جب عورت نکاح ولی کے بغیر نہیں کر سکتی تو جدائی اپنے آپ کیونکر ٹھیک ہو گی پس ضرور ہے کہ حسب طاقت ضرور کسی کے درمیان لے۔ لا یکلف الله نفسا الا وسعها.(۶)

مولانا حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے کا تجزیہ

مولانا روپڑی نے خلع کے جواز کے بارے میں پوچھے گئے پہلے سوال کے جواب میں خلع اور فسخ دونوں کو یک جا کر کے عمومی انداز میں جواب دیا ہے، اس لیے کہ زوجین میں تفریق کی بعض صورتوں میں تداخل پایا جاتا ہے جب کہ دوسرے سوال، جس کا تعلق اگرچہ فسخ نکاح سے ہے، میں خاوند کے طلاق نہ دینے کی صورت میں پنچایت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ زوجین میں علاحدگی کرا دے اور یہی حق خلع میں بھی پنچایت یا عدالت کو حاصل ہے۔ علاوہ ازیں اگر مولانا روپڑی کے پہلے سوال کے جواب میں خط کشیدہ عبارت پر غور کیا جائے تو واضح طور پر ان کا موقف یہی سامنے آئے گا کہ عورت اگر اپنے شوہر کو ناپسند کرتی ہو، خواہ اس کی وجہ کچھ بھی ہو، تو وہ خلع کے ذریعے علیحدگی حاصل کر سکتی ہے قطع نظر اس سے کہ خاوند کی رضامندی اس خلع میں شامل ہے یا نہیں۔ اس خلع یا علیحدگی کو مولانا نے فسخ اور خلع دونوں الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے جیسا کہ خط کشیدہ عبارت سے واضح ہے۔

5- حافظ عبداللہ روپڑی، **فتاویٰ اہل حدیث** (سرگودھا: ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ، س ن)، ۲: ۵۲۲، ۵۲۳۔

6- روپڑی، نفس مصدر، (تاریخ فتویٰ ے، اکتوبر، ۱۹۳۲ء)، ۲: ۵۲۰، ۵۲۱۔

معاصر اہل حدیث علما کا فتویٰ

معاصر اہل حدیث علما زیر بحث مسئلے میں بڑا واضح موقف رکھتے ہیں اور وہ یہ کہ خلع کی تنفیذ میں خاوند کی رضامندی ضروری نہیں، بلکہ اس کی عدم رضامندی کے باوجود بھی خلع کا انعقاد عمل میں لایا جا سکتا ہے، تاہم یہ اختیار قاضی / عدالت یا عدالت کی عدم موجودگی میں پنچایت کے پاس ہے، چناں چہ پاکستانی عدالتیں خلع کی زیر بحث صورت کے سلسلے میں خاوند کی رضامندی کے بغیر عورت کے حق میں جو خلع کا فیصلہ کر رہی ہیں، اہل حدیث علما ان فیصلوں کی، اصولی طور پر، تائید کرتے ہیں تاہم ضمنی تفصیلات میں موجودہ عدالتی طریق کار کے بعض پہلوؤں سے اختلاف کا امکان موجود ہے۔ ذیل میں اس سلسلے میں چند معتبر اہل حدیث علما کے فتوے اور آرا ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی کا فتویٰ

مولانا ثناء اللہ مدنی، مولانا حافظ عبد اللہ روپڑی صاحب کے خاص تلامذہ میں سے ہیں اور لاہور میں اہل حدیث کے ایک اہم مدرسے یعنی جامعہ رحمانیہ (جامعہ لاہور الاسلامیۃ) میں شیخ الحدیث ہیں۔ آپ اس وقت پاکستان کے جماعت اہل حدیث کے چیدہ معتبر بزرگ علما میں سے ایک ہیں۔ گذشتہ کئی دہائیوں سے آپ کا فتویٰ جماعت اہل حدیث کے دو مشہور اور معتبر جرائد یعنی ماہ نامہ **محدث** (لاہور) اور ہفت روزہ **الاعتصام** (لاہور) میں تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ ذیل میں خلع کی زیر بحث صورت کے حوالے سے آپ کے کچھ فتاویٰ نقل کیے جا رہے ہیں۔

سوال:

(۱) میں نے **جنگ** اخبار کے اندر پڑھا کہ عورت کو خلع لینے کے لیے اپنے شوہر کو راضی کرنے کے لیے کچھ دینا ہو گا پھر وہ طلاق دے گا جب وہ طلاق ہو گی یا پھر وہ بغیر کسی شرائط کے طلاق دے تو طلاق ہو گی اور اگر کورٹ اس کو اپنی مرضی سے طلاق کا اجازت نامہ جاری کر دے اور لڑکے نے طلاق نہ دی ہو تو وہ شرعی خلع نہیں ہو گا، لڑکے کو راضی کرنا ضروری ہے اور اس کا طلاق دینا بھی ضروری ہے جب شرعی خلع ہو گا۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ اگر لڑکی خلع کا کیس کورٹ کے اندر کرتی ہے، لڑکا طلاق دینے کو تیار ہے، اس کی کچھ شرائط ہیں۔ ان شرائط کو نہ کورٹ مانتی ہے نہ لڑکی والے ماننے کو تیار ہیں، اس کے باوجود کورٹ یک طرفہ خلع کا اجازت نامہ لڑکی کو جاری کر دیتی ہے کیا یہ شرعی طور پر خلع ہو جائے گا۔ برائے مہربانی جلد از جلد قرآن و سنت کی روشنی میں ان سوالوں کا جواب دیں۔ شکریہ

میں اس پرچے کے ساتھ **جنگ** اخبار کی وہ فوٹو کاپی ارسال کر رہا ہوں جس کے اندر میں نے پڑھا تھا۔ اتفاق سے اب اس کی ضرورت ہو گی۔

نوٹ: کیا یہ کسی بھی مسلک کے اعتبار سے صحیح ہے یا غلط؟ (سعید احمد)

الجواب بعون الوہاب

روزنامہ **جنگ** کے مفتی صاحب کا خلع کو خاوند کی مرضی پر موقوف کر دینا درست نہیں، بلکہ جس طرح مستقل طور پر طلاق کا خاوند کو حق حاصل ہے اسی طرح عورت کو بھی خلع کا اختیار ہے؛ البتہ خلع کے کچھ شروط ہیں ان کا پیش نظر رہنا ضروری ہے۔

(۱) بُغض اور نفرت کا اظہار عورت کی طرف سے ہو اور اگر خاوند اسے برا سمجھتا ہے تو بطور فدیہ کوئی شے وصول کر سکتا ہے۔ اندریں صورت خاوند کو صبر کرنا چاہیے اور اگر ضرر کا ڈر ہو تو اسے طلاق دے۔

(۲) عورت خلع کا مطالبہ اس وقت کرے جب حد درجہ تکلیف میں مبتلاء ہو، اسے ڈر ہو کہ اللہ کی حدود قائم نہیں رکھ سکے گی یا خاوند کے حقوق کی ادائیگی ناممکن ہو۔

(۳) خاوند عمداً عورت کو تکلیف نہ دے کہ وہ خلع پر مجبور ہو، اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس سے کوئی شے لینا حلال نہیں بلکہ وہ گنہگار ہے۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ خاوند کو پیشگی علم ہو۔ عدالت اپنی صوابدید پر فیصلہ کرے، دھوکہ یا فراڈ کی گنجائش نہ ہو۔ حدیث میں ہے آپ ﷺ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے (عورت سے) باغ لے لیا اور عورت کو چھوڑ دیا۔ جب ثابتؓ کو رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ پہنچا تو [انہوں نے] کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ منظور کر لیا۔ اس روایت کو **دار قطنی** نے بسندِ صحیح ذکر کیا ہے۔

خلع خالصتاً عورت کا حق ہے۔ اس کے علم اور مرضی کے بغیر ولی کو قطعاً اس بات کا اختیار نہیں۔

خلع کی تعریف یہ ہے کہ عورت کا ناپسند خاوند سے مال کے عوض چھٹکارا حاصل کرنا۔ خاوند کی طرف سے بالعوض طلاق بائن ہوتی ہے اور بلا عوض کے طلاق کی مختلف صورتیں ہیں۔ خلع میں لڑکے [شوہر] کو راضی کرنا ضروری نہیں۔[۷]

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں؟ محمد ریاض ولد بھائی خان نے ۱۹۸۹-۱۱-۱۶ کو زینت بی بی دختر محمد رمضان سے عقدِ نکاح کیا تھا۔ تقریباً پونے دو سال کے بعد زینب بی بی گھر سے ناراض ہو کر چلی گئی جب کہ وہ اس وقت حاملہ تھی۔ حمل کا وقت پورا ہونے پر بچہ پیدا ہوا۔ جو کہ فوت ہو گیا یا ضائع کر دیا گیا۔ محمد ریاض نے اس (عورت) کے بھائی اور ماموں پر بچے کا مقدمہ کرا دیا کہ میرا بچہ کہاں ہے؟ زینب کے بھائی اور ماموں نے بچی کے کاغذات تھانہ میں دکھائے اور بچی پیدا ہونے کے بعد موت کے کاغذات دکھا کر تھانہ والوں کو مطمئن کر دیا۔ اور کچھ عرصہ بعد زینب بی بی کے بھائی اور ماموں نے تنسیخ نکاح کا دعویٰ کر دیا۔ مقدمہ کچھ عرصہ چلتا رہا اور بعد میں فیصلہ لڑکی کے حق میں ہو گیا۔ اور تنسیخ نکاح بحوالہ خلع پانچ ہزار روپے عدالت سول جج، شاہ پور، صدر نے فیصلہ دے دیا اور محمد ریاض کا مقدمہ خارج کر دیا۔ جبکہ محمد ریاض نے نہ طلاق دی نہ خلع پر رضامند ہوا۔ پھر محمد ریاض نے ہائی کورٹ میں اپیل کر کے اپنی بیوی کو اپنے گھر آباد کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ہائی کورٹ نے اس کی اپیل

7– **الاعتصام**، لاہور، ۱۶ ستمبر، ۱۹۹۴ء۔

مسترد کر دی۔ پھر زینب بی بی کے بھائی اور ماموں نے اس کا دوسرا نکاح کر دیا۔ مسئلہ مذکورہ میں شریعت کی روشنی میں پہلا نکاح فاسد ہو گیا ہے یا نہیں؟ کیا وہ دوسرے شوہر کی زوجیت میں رہ سکتی ہے؟ (سائل: محمد ریاض، ضلع سرگودھا)

الجواب بعون الوہاب

زینب کی اپنے خاوند سے بذریعہ عدالت علیحدگی قابلِ اعتبار ہے۔ شرعی طور پر کراہت، نفرت اور اضرار کی صورت میں عورت کو خلع کا حق حاصل ہے۔ اس قسم کی جدائی سے شوہر کا استحقاق رجوع بھی ختم ہو جاتا ہے۔ ایام عدّت کے بعد دوسری جگہ نکاح بالکل صحیح و درست ہے۔ بواسطہ عدالت عورت کی طرف سے پیش کردہ رقم پانچ ہزار روپے سابقہ شوہر کو قبول کر لینے چاہئیں۔[۸]

مولانا حافظ عبد الستار حماد کا فتویٰ

مولانا حافظ عبد الستار حماد صاحب بھی جماعت اہل حدیث کے معتبر علما میں سے ہیں اور گذشتہ کئی سالوں سے آپ کا فتویٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث، پاکستان کے نمائندہ ہفت روزہ جریدے **اہل حدیث** (لاہور) میں شائع ہو رہا ہے۔ حال ہی میں ان فتاویٰ کا کچھ حصہ کتابی شکل میں بھی شائع ہو گیا ہے۔ ذیل میں اس شائع شدہ کتاب سے خلع کی زیر بحث صورت کے سلسلے میں آپ کے چند فتاویٰ نقل کیے جا رہے ہیں۔

ا- سوال:

ایک عورت کا کسی شخص سے نکاح ہوا، کچھ مدت کے بعد عورت کو پتہ چلا کہ اس کا خاوند ناکارہ، جوئے باز اور فحش کار ہے اور بیوی کے جملہ حقوق پورا کرنے سے بھی قاصر ہے۔۔۔ ایک دن مذکورہ خاوند نے اپنی بیوی کو مار پیٹ کر اپنے گھر سے نکال دیا، چنانچہ وہ اپنے والدین کے ہاں چلی گئی۔ والدین نے صلح کی کوشش کی لیکن ناکام رہے، بالآخر اس کی بیوی نے اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے عدالتی چارہ جوئی کی۔ بالآخر عدالت نے یک طرفہ کارروائی کرتے ہوئے عورت کے حق میں تنسیخ نکاح کا فیصلہ دے دیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ عورت عدالتی تنسیخ نکاح کے بعد آگے کسی اور دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے؟

جواب:

بشرط صحت سوال واضح ہو کہ ائمہ کرام کا اس کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ عدالت کا فیصلہ نافذ العمل ہے، جبکہ کچھ حضرات کہتے ہیں کہ عدالت مصالحت تو کرا سکتی ہے لیکن طلاق چونکہ خاوند کا حق ہے اس لیے عدالت کو یہ اختیار نہیں کہ وہ ان کے مابین تنسیخ نکاح کا فیصلہ کرے۔ ہماری ناقص رائے کے مطابق پہلے حضرات کا موقف صحیح معلوم ہوتا

8- **الاعتصام**، لاہور ۱۶/ جون، ۱۹۹۵ء۔

ہے، کیونکہ شریعت نے خاوند کو عورت کے متعلق معاشرت بالمعروف کا پابند کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "تم ان سے دستور کے مطابق زندگی بسر کرو۔" [النساء:۱۹]

اخراجات کی ادائیگی اور دیگر حقوق کی بجاآوری بھی خاوند کے ذمے ہے جو صورت مسئولہ میں وہ پوری نہیں کر رہا، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو تکلیف دینے کی غرض سے گھروں میں روکے رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:
"تم انہیں تکلیف دینے کے لیے مت روکو کہ تم زیادتی کا ارتکاب کرو۔" [البقرۃ:۲۳۱]

ان حالات کے پیش نظر عورت اگر مجبور ہو کر عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتی ہے تو یہ اس کا حق ہے خاوند کو چاہیے تھا کہ وہ عدالت میں حاضر ہو کر اپنی صفائی پیش کرتا تاکہ عدالت کو یک طرفہ کارروائی کرنے کا موقع نہ ملتا، اب دو ہی صورتیں ہیں:

۱- اپنے خلاف لگائے گئے الزامات کو صحیح سمجھتے ہوئے عدالت میں حاضر نہیں ہوا

۲- وہ اپنی بیوی کو اپنے گھر بسانا نہیں چاہتا۔

دونوں صورتوں میں عدالت کا فیصلہ نافذ العمل ہے۔ عدت گزارنے کے بعد عورت کسی بھی دوسرے آدمی سے نکاح کر سکتی ہے۔ یہ اس کا حق ہے جسے شریعت کسی بھی صورت میں پامال نہیں کرنا چاہتی۔ (۹)

۲- سوال:

ہم نے اپنی بیٹی کا خلع بذریعہ عدالت لیا، جبکہ عدالت کے کہنے پر اس کے خاوند نے عدالت میں طلاق نامہ بھی جمع کرا دیا، اب بیٹی کو کون سی عدت گزارنا ہو گا؟

جواب:

خلع، عورت کے مطالبہ پر ہوتا ہے، اس کی دو صورتیں ہیں:

بیوی خاوند گھر میں اس امر پر اتفاق کر لیں کہ بیوی اپنے خاوند کو طے شدہ حق مہر واپس کر دے اور خاوند اس معاملے کے مطابق اسے طلاق دے دے۔

اگر خاوند اسے طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو عورت کو بذریعہ عدالت خلع لینے کا حق ہے اس کی پھر دو صورتیں ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ عدالت، خاوند کو طلاق دینے کا نوٹس جاری کرے گی۔ اگر وہ طلاق دے دے تو اس بنیاد پر عدالت تنسیخ کی ڈگری جاری کرنے کی مجاز ہو گی، دوسری صورت یہ ہے کہ عدالت کے کہنے پر خاوند طلاق نہیں دیتا یا بارہا یاد دہانی کے باوجود اس پر کان نہیں دھرتا تو ایسے حالات میں عدالت کو اختیار ہے کہ وہ تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کر دے، عدالت کے فیصلے کے بعد عورت صرف ایک حیض آنے کے بعد آگے نکاح کرنے کی مجاز ہے۔ (۱۰)

9- حافظ عبد الستار حماد، **فتاویٰ اصحاب الحدیث** (لاہور: مکتبہ اسلامیہ)، ۲: ۳۲۱۔

10- نفسِ مصدر، ۳: ۳۷۴۔

مولانا مفتی عبد اللہ امجد چھتوی کا فتویٰ

مولانا مفتی عبد اللہ امجد چھتوی صاحب ایک معتبر اہل حدیث عالم دین ہیں۔ خلع کی زیر بحث قسم سے متعلق ذیل میں آپ کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو:

سوال:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام، مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت اپنے خاوند کے ساتھ کسی صورت میں بھی رہنا پسند نہیں کرتی، مگر شوہر اس سے کسی بھی طرح خلاصی نہیں چاہتا؟ تو کیا اس نازک صورتِ حال میں عورت عدالت میں "تنسیخ نکاح" کی مجاز ہے: اور اندریں مسئلہ عدالت کی ڈگری شرعاً خلع ثابت ہو گی یا نہیں؟

بسم اللہ نحمده و نصلي على رسوله الكريم، أما بعد:

الجواب بشرطِ صحتِ سوال،

ایسی صورت حال میں جبکہ بیوی کسی صورت میں اس شوہر کے گھر رہنے کو تیار نہیں خاوند کو حق نہیں کہ وہ عورت کو زبردستی روکے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ حکم دیا ہے: M , - . / L (البقرہ: ۲۳۱) اور اسی طرح اللہ نے قرآن پاک میں فرمایا: M y z { | } L (البقرہ: ۲۲۹) اور اسی طرح قرآن پاک میں فرمایا: M ³ ´ L (النساء: ۱۹)

اسی طرح اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث ہے، ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں:

سئل رسول الله ﷺ فی الرجل لا یجد ما ینفق علی أهله قال یفرق بینهما. **(دار قطنی)** اب ظاہر بات ہے کہ شوہر کے معاشرت معروف کے ساتھ اپنی بیوی کو گھر میں نہ آباد کرنے کی وجہ سے یا عدم تسریح باحسان کی وجہ سے یا مثلاً شوہر بالکل بے نماز ہے یا شرابی یا کبابی اور احکام شریعت کا باغی ہے بد شکل ہے جس کے گھر میں وہ بالکل نہیں رہنا چاہتی؛ ایسی صورت میں عورت ہر گز اپنے خاوند کے ساتھ رہنے کے لیے تیار نہیں ہو گی۔ اس کے برعکس خاوند اس کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تو ایسی صورت حال میں قرآن نے حکم دیا: M N O P Q L (النساء: ۳۵) یعنی قرآن ہمیں حکم دیتا ہے کہ اگر میاں بیوی کا آپس میں جھگڑا ہو جائے تو ایک حکم مرد کی طرف سے اور ایک حکم عورت کی طرف سے مقرر کر لیا جائے۔ **نصب الرأية** جلد ثانی میں اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان موجود ہے لا ضرر و لا ضرار في الإسلام اس کے بعد صاحب نصب الرایہ فرماتے ہیں: قلت روي من حديث عبادة بن صامت و ابن عباس و أبي سعيد الخذري و أبي هريرة و ابن مالک و جابر بن عبد الله و عائشة رضي الله تعالیٰ عنهم.

اگر عدالت کی ڈگری کو تسلیم نہ کیا جائے تو شوہر کے اس ضرر کا ازالہ کیسے ہو گا اور اسی طرح عدالت کا فیصلہ حرفِ آخر ہو گا۔ اس کی دلیل حضرت جمیلہ کی روایت ہے جو کہ ثابت بن قیس کی بیوی تھی اور ثابت بن قیس نے اس کو حق مہر بھی پورا باغ دیا تھا، ثابت بن قیس نہایت نیک، خوش اخلاق اور جلیل القدر صحابی تھے صرف ان میں خامی یہ تھی کہ وہ دمیم الشکل تھے، حضرت جمیلہ نے بڑے مؤدبانہ انداز سے عرض کی کہ یا رسول اللہ! اس میں سب خوبیاں موجود ہیں لیکن مجھے اس کی شکل و صورت اچھی نہیں لگتی اس لیے میں اس خاوند ہونے کی ضروریات کو ادا نہیں کر سکتی۔ کہنے لگی: إني أكره الكفر في الاسلام لہٰذا رسول اللہ نے ثابت بن قیس کو حکم دیا کہ باغ اس کو واپس کر دو اور اس کو چھوڑ دو۔ بہر حال بات یہی ہے کہ عدالت کی ڈگری یا پنچائیت کا فیصلہ تسلیم ہی کرنا پڑے گا۔ بشرطیکہ عدالت اور پنچایت نے عدل و انصاف میں کوئی کمی نہ کی ہو، اس مسئلہ میں آپ کو یہ بھی دیکھنا ہو گا کہ دنیا بھر کے مذاہب میں سے صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو اعتدال کا ضامن ہے تو یہ کہاں کا اعتدال ہے کہ عورت راضی ہو، ناراض ہو، خاوند جب چاہے اس کو طلاق دے دے اور عورت کو اپنی جان چھڑانے کی کوئی صورت بھی میسر نہ ہو۔ لہٰذا اگر عدالت نے تنسیخ نکاح کے کیس میں شوہر کو حاضر کرنے میں اور اس کا بیان لینے میں کسی قسم کی غیر قانونی صورت اختیار نہیں کی اور اس نے پورے قوانین کو سامنے رکھ کر ڈگری دی ہے تو شرعاً وہ طلاق خلع تسلیم کی جائے گی اور استبراء رحم کے بعد وہ آگے نکاح کرنے کی مجاز ہو گئی۔ [11]

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب!

مولانا حافظ صلاح الدین یوسف کی رائے

مولانا حافظ صلاح الدین یوسف جماعت اہل حدیث کے معتبر علما میں سے ہیں اور گذشتہ کئی سالوں سے جماعت اہل حدیث کے ایک عالمی اشاعتی ادارے **دار السلام** سے وابستہ ہیں۔ آپ نے زیر بحث مسئلے میں کافی تفصیل سے لکھا ہے۔ ذیل میں ان کا نقطۂ نظر ان کے ایک حالیہ مطبوعہ مضمون ''عورت کو طلاق کا حق تفویض کرنا، شریعت میں تبدیلی ہے'' (شائع شدہ در ماہ نامہ **محدث**، لاہور) سے پیش کیا جا رہا ہے۔ حافظ صاحب ''خلع کے بارے میں ایک ضروری وضاحت'' کے تحت رقم طراز ہیں:

گذشتہ شمارہ **محدث** (نمبر ۱۶۳) میں میرا سابقہ مضمون پڑھ کر کسی کے ذہن میں یہ اشکال آ سکتا ہے کہ علمائے احناف تو خلع کا ذکر بھی کرتے ہیں اور اس کا اثبات بھی، پھر ان کی بابت یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ خلع کا انکار کرتے ہیں؟

یہ بات ایک حد تک صحیح ہے کہ وہ ظاہری طور پر خلع کا اقرار کرتے ہیں لیکن وہ اس کو اس طرح ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں جس طرح شریعت نے یہ حق عورت کو دیا ہے۔ اس لیے ان کا ماننا اقرار کے پردے میں انکار کے مترادف ہے۔ اس کی تشریح حسب ذیل ہے:

11– مولانا کا مذکورہ فتویٰ اسی مضمون کے آخر میں بہ طور ضمیمہ منسلک ہے۔

خلع عورت کا وہ حق ہے جو اسے مرد کے حق طلاق کے مقابلے میں دیا گیا ہے۔ مرد تو اپنا حق طلاق ایسے موقعوں پر استعمال کر لیتا ہے جب وہ اپنی بیوی سے ناخوش ہو۔ لیکن اگر عورت کو ایسی ضرورت پیش آ جائے کہ وہ خاوند سے گلو خلاصی کرنا چاہے، مثلاً شوہر نامرد ہو، وہ حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر نہ ہو، یا وہ نان نفقہ دینے پر قادر نہ ہو یا قادر تو ہو لیکن دیتا نہ ہو، یا کسی خطرناک بیماری میں مبتلا ہو جس کا علم عورت کو شادی کے بعد ہوا ہو، یا وہ سخت ظالم و جابر قسم کا ہو جو عورت پر بے جا ظلم و تشدد کرتا ہو(۱۲)، یا شکل و صورت کے اعتبار سے عورت کے لئے ناقابل برداشت اور اس کا اس کے ساتھ نباہ مشکل ہو(۱۳)؛ اس قسم کی تمام صورتوں میں شریعت نے عوت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ شوہر کا دیا ہوا حق مہر اس کو واپس کر کے اس سے طلاق کا مطالبہ کرے۔ اگر شوہر عورت کی خواہش اور مطالبے پر اس کو طلاق دے دے تو ٹھیک ہے، مسئلہ نہایت آسانی سے گھر کے اندر ہی حل ہو جاتا ہے۔

لیکن اگر مرد مذکورہ معقول وجوہات کے باوجود عورت کی خواہش اور مطالبے کو تسلیم نہ کرے، تو پھر عدالت یا پنچایت کے ذریعے سے اس مسئلے کو حل کیا جائے گا، اگر عدالت اس نتیجے پر پہنچے کہ عورت کا مطالبہ علیحدگی بالکل جائز ہے تو وہ مرد کو طلاق دینے کا حکم دے گا، اگر وہ پھر بھی طلاق نہ دے تو عدالت یا پنچایت فسخ نکاح کا حکم جاری کرے گی جو مرد کے طلاق کے قائم مقام ہو جائے گا اور عورت عدت خلع (ایک حیض) گزارنے کے بعد کسی دوسری جگہ شادی کرنے کی مجاز ہوگی۔

یہ ہے خلع کا وہ طریقہ جو قرآن کریم کی آیت: فَاِن خِفتم اَ لَّا یُقِیمَا حدو دَ اللّٰہ(۱۴) اور حدیث میں مذکور واقعہ حضرت ثابت بن قیسؓ سے ثابت ہے۔

فَاِن خِفتم (پس اگر تم ڈرو۔۔۔) میں خطاب خاندان کے اولیاء (ذمے داران) معاشرے کے معزز افراد یا حکومت کے افسرانِ مجاز (عدالتی حکام) سے ہے کہ اگر میاں بیوی کے درمیان پیدا ہونے والا نزاع، اُن کی آپس کی بات چیت سے ختم نہ ہو سکے تو تم مداخلت کر کے اس کو حل کرو اور عورت سے فدیہ (حق مہر) لے کر مرد کو دو اور اس سے طلاق دلواؤ، اگر وہ طلاق نہ دے تو تم فسخ نکاح کا آرڈر جاری کر کے ان کے درمیان علیحدگی کروادو۔

حدیث سے بھی اسی بات کا اثبات ہوتا ہے، حضرت ثابت بن قیسؓ خوش شکل نہ تھے جب کہ اُن کی بیوی خوبرو تھی، انہوں نے بارگاہِ رسالت میں آ کر نہایت مناسب الفاظ میں اس بات کو بیان کیا اور کہا کہ ثابت بن قیس کے دین و اخلاق کے بارے میں تو ان کو معتوب نہیں کرتی لیکن ان کے ساتھ رہنے میں مجھے ناشکری کا اندیشہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات سن کر صورت حال کا اندازہ کر لیا اور اس سے پوچھا: کیا تو ثابت بن قیس کو وہ باغ واپس کرنے پر آمادہ ہے جو

12– واضح رہے کہ ان تمام صورتوں میں فقہا "تنسیخ نکاح بہ ذریعہ عدالت" کے قائل ہیں اور شوہر سے علاحدگی کی طلب گار بیوی کو حق مہر واپس نہیں کرنا پڑتا۔

13– یہاں مولانا موصوف کا اشارہ خلع کی اس صورت کی طرف ہے جو اس مضمون میں زیر بحث ہے۔

14– القرآن ۲: ۲۲۹۔

اس نے تجھے (حق مہر میں) دیا تھا؟ اس نے کہا! ہاں۔ آپ نے ثابت بن قیس کو حکم دیا: اس سے اپنا باغ لے لو اور اس کو طلاق دے دو، چنانچہ انہوں نے طلاق دے دی۔ (یہ واقعہ احادیث کی ساری کتابوں میں موجود ہے)۔

رسول اللہ ﷺ کا حضرت ثابتؓ کو طلاق کا حکم دینا ایک حاکم کے طور پر تھا اور ظاہر بات ہے کہ خاندانی معاملات و نزاعات میں عدالت یا پنچائیت کی مداخلت ناگزیر ہے، اگر عدالت کو یہ حق نہیں دیا جائے گا یا اس کا یہ حق تسلیم نہیں کیا جائے گا تو پھر ان نزاعات کا حل آخر کس طرح نکالا جائے گا؟

ہم نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ علمائے احناف عورت کے حق خلع کو تسلیم نہیں کرتے تو اس بارے میں ان کا یہ غیر منطقی موقف ہی اس کی بنیاد ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ خاوند اگر عورت کے مطالبۂ طلاق کو تسلیم نہیں کرتا تو عدالت کو قطعاً یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ یکطرفہ طور پر طلاق کی ڈگری جاری کر دے، جیسا کہ سپریم کورٹ کے ایک فیصلے کے بعد ہماری عدالتیں اس طرح کے فیصلے کر رہی ہیں۔ علمائے احناف کہتے ہیں کہ عدالتوں کے یہ فیصلے غلط ہیں اور اس طرح عورت کو طلاق نہیں ہوتی۔

حالانکہ عدالت کا یہ حق قرآن کریم کی آیت اور حضرت ثابت بن قیسؓ کے واقعے سے واضح ہے جس کی مختصر تفصیل ابھی گزری اور اس کے بغیر گھریلو نزاعات کا کوئی دوسرا حل ہے ہی نہیں۔ اگر اس منطقی اور فطری طریق کو نہیں مانتے تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ آپ شریعت کے عطا کردہ عورت کے حقِ خلع کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔

آپ ذرا تصور کیجئے، ایک عورت خاوند کے رویے سے سخت نالاں ہے اور وہ اس سے ہر صورت خلاصی چاہتی ہے، وہ طلاق کا مطالبہ کرتی ہے، خاوند نے اس کو جو کچھ (حق مہر وغیرہ) دیا ہے، وہ اس کو واپس کرنے کی پیش کش کرتی ہے۔ لیکن وہ کسی صورت طلاق دینے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا۔ اب بتلائیے کہ اگر طلاق خاوند کی رضامندی کے بغیر نہیں ہو سکتی جیسا کہ علمائے احناف کہتے ہیں تو عورت کو اس کا حق خلع کون دلائے گا؟ آپ کہتے ہیں، عدالت مداخلت نہیں کر سکتی، اور خاوند کی رضامندی کے بغیر علیحدگی ممکن ہی نہیں ہے، تو اس صورت کا حل کیا ہے؟ اور کیا یہ حق خلع کو تسلیم کرنا ہے۔۔۔؟

یہ تو اللہ کے عطا کردہ حق خلع کا صاف انکار ہے۔ خاوند کی ہٹ دھرمی ہی کا تو علاج عورت کے حق خلع کی صورت میں بتلایا گیا ہے جو صرف عدالت ہی عورت کو دلوا سکتی ہے۔ عدالت کو اگر یہ حق نہیں ہے اور خاوند کسی صورت طلاق دینے کے لئے تیار نہیں ہے تو عورت کو اس کا یہ حق کس طرح ملے گا جو اللہ نے اسے عطا کیا ہے؟[۱۵]

وفاقی شرعی عدالت میں خلع اور طلاق کے حوالے سے درپیش مسائل کے ضمن میں ایک زیر سماعت درخواست میں رہ نمائی اور مشاورت کے لیے عدالت مذکورہ نے ایک سوال نامہ مختلف علما کی خدمت میں پیش کیا، مولانا حافظ صلاح الدین یوسف نے شرعی عدالت کے سوالات کے جو جوابات دیے ان میں سے خلع کی زیر بحث صورت سے متعلق سوال اور اس کا جواب ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

15– دیکھیے: ماہنامہ **محدث**، لاہور، ۴۵: ۳۶۲، ستمبر ۲۰۱۳، ۵۷–۶۰۔

سوال: کیا بیوی کو حاصل اختیار، بابت خلع بواسطہ قاضی، محدود اور خاوند کی رضامندی سے مشروط ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب دینے سے قبل خلع کی حقیقت بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ خلع وہ حق ہے جو شریعت اِسلامیہ (اللہ اور اس کے رسول ﷺ) نے مرد کے حق طلاق کے مقابلے میں عورت کو مرد سے علیحدہ ہونے کے لیے دیا ہے۔ اس لیے کہ جب مرد کو یہ حق دیا گیا ہے کہ اگر وہ عورت کو رکھنا پسند نہیں کرتا تو طلاق کے ذریعے سے اس سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طرح یہ ضرورت عورت کو بھی پیش آسکتی ہے کہ وہ کسی وجہ سے مرد کو ناپسند کرے اور محسوس کرے کہ وہ اس کو ناپسند کرنے کی وجہ سے خاوند کے وہ شرعی حقوق (حدود اللہ) ادا نہیں کر سکتی جو شریعت نے اس پر عائد کئے ہیں تو وہ اس صورت میں خاوند کا دیا ہوا حق مہر واپس کر دے اور اس سے طلاق حاصل کر لے، اسی کا نام خلع ہے۔

یہ معاملہ اگر گھر ہی کے اندر طے پا جاتا ہے اور خاوند یہ محسوس کرتے ہوئے کہ طلاق نہ دینے کی صورت میں خوشگوار تعلقات، جو نکاح کا اصل مقصد ہیں، قائم نہیں رہ سکتے تو وہ عورت کے مطالبۂ طلاق کو تسلیم کرکے طلاق دے دے اور حق مہر واپس لے لے جو وہ شرعاً لینے کا حق دار ہے یا معاف کر دے (بطورِ احسان کے) تو اس طرح خلع ہو جاتا ہے اور دونوں کے درمیان جدائی ہو جاتی ہے اور یوں معاملہ نہایت خوش اُسلوبی کے ساتھ حل ہو جاتا ہے۔ لیکن یہاں بھی اکثر و بیشتر مردوں کا معاملہ شریعتِ اِسلامیہ کی ہدایات کے خلاف ہی ہوتا ہے بلکہ بہت سے جامد فقہاء و علماء عورت کے اس حق خلع ہی کو تسلیم نہیں کرتے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون، حالانکہ یہ قرآنِ کریم اور اَحادیثِ صحیحہ و قویہ کی صریح نصوص سے ثابت ہے۔ اکثر مرد عورت کے جائز مطالبۂ طلاق کو تسلیم نہیں کرتے، نتیجتاً معاملہ عدالت میں لے جانا پڑتا ہے اور فریقین عدالتوں میں خوار ہوتے ہیں، بلکہ بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ باوجود عدالت کے بار بار سمن جاری کرنے کے خاوند عدالت ہی میں حاضر نہیں ہوتا، بالآخر عدالت یک طرفہ فیصلے پر مجبور ہو جاتی ہے اور وہ خلع کی ڈگری جاری کرکے عورت کی گلو خلاصی کراتی ہے۔ یہاں بھی جامد فقہا یہ موشگافی کرتے ہیں (اللہ ان کو ہدایت دے) کہ خاوند کے طلاق دیے بغیر طلاق نہیں ہوتی۔ کیا یہ مفتی حضرات یہ چاہتے ہیں کہ ایسی عورت یوں ہی بے یار و مددگار بیٹھی خون کے آنسو روتی رہے اور کہیں سے اس کی داد رَسی نہ ہو۔ بہر حال فاضل عدالت کے سوال کا جواب یہ ہے کہ عام حالات میں خُلع خاوند کی رضامندی ہی سے ہوگا، لیکن جہاں خاوند ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عورت کے جائز مطالبۂ طلاق کو تسلیم نہیں کرے گا اور اس کو اور اس کے اہل خانہ کو پریشان کرنے والا رویہ اختیار کرے گا، ایسی صورت میں مجاز افسر، قاضی، یا عدالت ہی کے ذریعے سے خلع حاصل کیا جائے گا۔ خاوند راضی ہو یا نہ ہو، وہ طلاق دے یا نہ دے، عدالت کا فیصلہ ہی طلاق کے قائم مقام ہوگا اور خلع کی ڈگری جاری ہونے کے بعد عدت گزار کر ولی کی اجازت کے ساتھ دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہوگا۔[۱۶]

16– **محدث**، لاہور، ۴۲: ۱۱، نومبر ۲۰۱۰ء۔

عدالتی خلع کے بارے میں ہندوستانی اہل حدیث علما کا فتویٰ

زیر بحث مسئلے میں ہندوستان کے علمائے اہل حدیث بھی وہی فتویٰ دیتے ہیں جو پاکستانی اہل حدیث علما کا ہے۔ ذیل میں اس سلسلے میں بہ طور نمونہ ایک فتویٰ پیش کیا جارہا ہے۔

سوال: ہندہ کا نکاح عبد اللہ سے ہو گیا لیکن شوہر کے ناقابل برداشت مظالم کے سبب ہندہ کی زندگی خطرے میں پڑ گئی اور کسی صورت سے آپس کا بناؤ ممکن نہ ہو سکا، ہندہ کے والد نے شوہر سے تسریح باحسان کے ماتحت طلاق کی التجا کی، لیکن وہ ہندہ کو معلق رکھنے پر تل گیا۔ آخر مجبوراً ہندہ نے حاکم وقت کی عدالت میں فسخ نکاح کی درخواست دے دی۔ فیصلہ از روئے شریعت محمدی ہندہ کے حق میں صادر ہوا، لیکن پھر بھی شوہر باز نہ آیا، اور صرف ہندہ کی زندگی تلخ کرنے کے لئے منصف کورٹ، سب جج؟ اور ہائی کورٹ تک برابر اپیل پر اپیل کرتا رہا لیکن ڈگری ہر عدالت میں ہندہ ہی کی رہی، اسی طرح آٹھ سال پیہم ہندہ کی زندگی مقدمات کی پیچیدگیوں کی وجہ سے تلخ رہی۔ اور وہ برابر اپنے والدین کے گھر پر رہی۔ بہر کیف کلکتہ ہائی کورٹ کے ایک مسلم حاکم کے اجلاس میں عرصہ تک فریقین کے بیانات وشہادات پر خوب خوب غور وخوض ہوتا رہا، یہاں تک کہ جج موصوف نے بھی عدالت زیریں کی شہادتوں پر غور کرتے ہوئے قانون شرعیہ کی بنا پر سابق فیصلوں کو صحیح تسلیم کیا اور فسخ نکاح کے حکم کو بحال رکھا۔ جب عدت گزر گئی تو ہندہ کا عقد عبدالرحمٰن سے ہو گیا، لیکن عبدالرحمٰن کی برادری کے چند آدمی یہ کہتے ہیں کہ بلاد اسلامیہ کی مانند یہاں ہندوستان میں قضائے شرعی کا بندوبست جب تک نہیں ہے یا پنچائتی سسٹم خدا کا حکم نافذ کرنے سے قاصر ہے، اس وقت تک لڑکی کے لئے نجات کی کوئی صورت نہیں، فسخ نکاح اور عقد نکاح ثانی سب ناجائز ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ نکاح از روئے شرع شریف جائز ہے یا ناجائز؟ نیز یہ کہ عدت ختم ہو جانے کے بعد تجدید نکاح کے ذریعہ ہندہ شوہر سابق کی طرف پلٹائی جا سکتی ہے یا نہیں؟ جواب مدلل بیان فرمائیں۔ وعلی اللہ اجرہ.

جواب: ایسی حالت میں کہ عبد اللہ کے ناقابل برداشت مظالم کی وجہ سے اس کی بیوی ہندہ کی زندگی خطرہ میں پڑ گئی اور ہندہ کا اس کے ساتھ نباہ ناممکن ہو گیا تھا، ہندہ کا اس سے طلاق کا مطالبہ شرعاً صحیح اور حق تھا۔ شریعت اسلامی میں قانون نکاح کی بنا اس امر پر ہے کہ مرد اور عورت کا ازدواجی تعلق جب تک اخلاقی طہارت اور محبت وصلح اور رحمت وآشتی کے ساتھ قائم رہے اس کو قائم اور ------؟ جائے۔ اور جب یہ تعلق دونوں میں سے کسی ایک کے لئے فساد کا سبب بن جائے۔ اس اصل کے ماتحت اسلام نے مرد کو طلاق کا اختیار دیا ہے جس کو وہ بوقت ضرورت استعمال کر سکتا ہے اور عورت کو "خلع" کا حق دیا ہے۔ جس کے استعمال کے صورت یہ ہے کہ صحیح اور جائز ضرورت کے وقت جب وہ نکاح کے تعلق کو توڑنا چاہے تو مرد سے اگر وہ طلاق نہ دے "خلع" کا مطالبہ کرے۔ عورت کے مطالبہ پر شرعاً شوہر پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اس کو طلاق یا خلع دے دے۔ ارشاد ہے: M y z { | } L (البقرہ: ۲۲۹) اور M &

' ( ) * , - . / 1 2 3 4 5 6 L (البقرہ

:۲۳۱) اور آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لا ضرر و لا ضرار "(**الموطأ** ۱۴۲۶، ۵۲۹) ان آیات اور حدیث کی رُو سے عبد اللہ کے لئے لازم اور ضروری تھا کہ ہندہ کی خواہش اور مرضی کے مطابق اس کو طلاق یا خلع دے دیتا۔ اپنی خود غرضی اور شرارت و نفسانیت کی وجہ سے انکار کر کے وہ عند اللہ عاصی اور ظالم ہوا اور جن لوگوں نے اس کو طلاق یا خلع نہ دینے پر ورغلایا اور بھڑکایا، یا اکسایا اور آمادہ کیا اور کسی طرح اس کی حمایت کی، وہ بھی ظالم اور مرتکب ۔۔۔۔؟ و عدوان ہوئے۔

شوہر جب عورت کے مطالبہ خلع کو پورا نہ کرے اور اس کی یہ خواہش پوری کرنے سے انکار کر دے، تو عورت کے لئے حق خلع سے فائدہ اٹھانے کی صورت یہ ہے کہ وہ حاکم سے مدد لے، حاکم معاملہ کی شرعی طور پر تحقیق اور تفتیش کرے اور جب اس پر محقق ہو جائے کہ عورت کا نباہ شوہر کے ساتھ نہیں ہو سکتا، تو عورت کی خواہش کے مطابق شوہر کو خلع کا حکم دے۔ اگر وہ انکار کرے تو قوت کے ذریعہ اپنے حکم کی تعمیل پر اس کو مجبور کرے یا اس کے انکار کرنے کی صورت میں اپنے اختیار سے کام لے کر نکاح فسخ کر دے۔

ایسی صورت میں کہ عبد اللہ نے ہندہ کے مطالبہ طلاق یا خلع کو شرارت و خود غرضی سے ٹھکرا دیا تھا۔ ہندہ کا عدالت کی طرف رجوع کرنا حق بجانب تھا، کیوں کہ ظالم اور نالائق شوہر سے گلو خلاصی کے لئے بجز اس کے کوئی اور صورت نہیں تھی؟ اور جب ہائی کورٹ کے مسلم حاکم نے عدالت ماتحت کی شہادتوں اور بیانات پر غور و خوض اور بحث و تفتیش کر کے قانون اسلامی کی بنا پر عدالت زیریں کے فیصلہ کو صحیح قرار دے دیا اور فسخ نکاح کے حکم کو جائز اور درست و صحیح تسلیم کر لیا، تو ہندہ عبد اللہ کے نکاح سے الگ ہو گئی اور دونوں کے درمیان ازدواجی تعلق منقطع ہو گیا، اور عدت ختم ہونے کے بعد اس کا نکاح عبد الرحمٰن سے صحیح اور جائز ہوا۔

فسخ نکاح یا تفریق بین الزوجین سے حرمت غلیظہ نہیں متحقق ہوئی، یعنی حاکم کا فیصلہ فسخ نکاح، طلاق ثلٰثہ کے حکم میں نہیں ہے۔ پس اگر ہندہ عبد اللہ سے نکاح کرنے پر راضی ہوئی تو عبد اللہ اس کو نکاح جدید اور مہر جدید کے ساتھ اپنی زوجیت میں لا سکتا تھا۔ اب بھی اگر عبد الرحمٰن اس کو اپنی مرضی سے طلاق دے دے، تو بعد انقضاء عدت عبد اللہ اس سے نکاح کر سکتا ہے، بشرطیکہ ہندہ بھی اس سے نکاح کرنے پر راضی ہو جائے۔

یہ صحیح ہے کہ ہند میں قضا شرعی کا بندوبست نہیں ہے اور یہ بھی درست ہے کہ غیر مسلم کا قضا اور حکم مسلمان پر نافذ نہیں ہوتا، لیکن یہ غلط ہے کہ اگر موجودہ عدالتوں میں کوئی مسلمان حاکم اسلامی قانون کی رو سے نکاح فسخ کر دے تو وہ معتبر نہیں ہو گا۔ اور عورت و مرد کے درمیان فرقت نہ واقع ہو گی، اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ اگر پنچائتی سسٹم قائم ہو جائے تو وہ نکاح و طلاق اور لعان و ایلاء وغیرہ کے بارے میں خدا کا قانون نافذ کرنے سے قاصر ہو گا۔ اسلامی حکومت قائم ہونے تک "عبوری دور" میں عہدۂ قضا کا قبول کرنا بشرطیکہ حکومت کافرہ کے باطل قوانین میں موافقت سے اجتناب کیا جائے اور اسلامی قوانین کے مطابق فیصلے کئے جائیں جائز ہے۔ پس اگر موجودہ عدالتوں کے مسلمان حاکم شرعی قاعدے کے مطابق فیصلہ کریں تو ان کا حکم بھی قضائے قاضی شرعی کے قائم مقام ہو جائے گا۔ **قال في الدر المختار**: "ويجوز تقلد

القضاء من السلطان العادل و اجائز؟، ولو كان كافرا، قيل: اليستأئس لذلک من قصة يوسف عليه السلام مع ملک مصر، كما يشير إليه قوله تعالیٰ: قال اجعلنى على خزائن الارض إنى حفيظ عليهم." (والله أعلم)

عبد الرحمٰن زوج ثانی کی برادری کے کچھ لوگوں کا یہ کہنا کہ:" بلاد اسلامیہ کی مانند یہاں ہندوستان میں قضاء شرعی کا جب تک بندوبست نہیں ہے یا پنچایتی سسٹم خدا کا حکم نافذ کرنے سے قاصر ہے اس وقت تک لڑکی کے لئے نجات کی کوئی صورت نہیں۔ فسخ نکاح اور عقد نکاح ثانی سب ناجائز ہے" قوانین اسلام سے ناواقفی اور ان کی شقاوت قلبی کی دلیل ہے۔ ہندوستان میں نہیں کہا جاسکتا کہ اقامت دین کی تحریک کب بار آور ہو کر انقلاب پیدا کرے گی؟ اور قضاء شرعی کا کب بندوبست ہو گا؟ تو اس "عبوری" اور "برزخی دور کی طویل مدت میں مظلوم اور مصیبت زدہ ہزارہا عورتیں ظالم شوہروں کا تختۂ مشق بنی رہیں اور ان کی ازدواجی زندگی کو دوزخ کا نمونہ بننے کے لئے چھوڑ دیا جائے؟ اس انسانیت کش منظر اور صورت حال کو وہی شخص گوارا کرے گا جو عورتوں کو زر خرید لونڈی سمجھے گا اور اسلام کے دین یُسر اور ملت سَمحہ ہونے کا قائل نہ گا۔

میں سمجھتا ہوں کہ نہایت مجبوری اور اضطرار کی حالت میں علم بردار ان تحریک اقامت دین بھی موجودہ عدالتوں کے مسلم حاکم کی طرف ایسے معاملات میں مراجعت کرنے کی اجازت دینے میں تامل نہیں کریں گے۔

صورت مسئولہ میں عبد الرحمٰن کے خلاف اس کی برادری یا غیر برادری کے شور وشغب کرنے والے کذب بیانی اور افتر اپردازی، تہمت تراشی سے کام لینے والے اور اس کا معاشرتی بائیکاٹ کرنے والے لوگ ان آیات کا مصداق ہیں۔

F E D C B A @ M،(آل عمران:۶۱) L Ê É È Ç M

h g f e d c b a ` M،(النحل:۱۰۵) L G

(الأحزاب: ۵۸) L k j i

(مصباح بستی جمادی الآخر ۱۳۷۱ھ)[17]

عدالتی خلع کے بارے میں حنفی علما کے تحفظات پر اہل حدیث علما کی رائے

پاکستانی عدالتوں میں خلع کے سلسلے میں شوہر کی رضامندی کے بغیر بیوی کے حق میں تفریق نکاح کے حوالے سے جو فیصلے کیے جارہے ہیں حنفی علما کو ان پر سخت اعتراض ہے، چناں چہ ایک معروف حنفی عالم مولانا تقی عثمانی صاحب اس سلسلہ کے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

---

17 – عبید اللہ محدث مبارکپوری، **فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری** (س۔ن)،۲: ۲۸۱– ۲۸۳۔

کیونکہ اس فیصلے میں خلع کا حکم صادر کیا گیا ہے اور خلع باجماع امت زوجین کا ایک معاملہ ہے جو باہمی رضامندی پر موقوف ہوتا ہے لہٰذا اگر شوہر خلع کرنے پر راضی ہو تو خلع کرے اس صورت میں عورت کا نکاح اس سے ختم ہو جائے گا اور اگر وہ خلع پر راضی نہ ہو تو شرعاً اس کو عورت کو علیحدہ کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔[۱۸]

نیز مولانا فرماتے ہیں:

ہمارے زمانے میں خلع کے بارے میں ایک مسئلہ عصر حاضر کے متجددین نے پیدا کر دیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ تمام علمائے اُمت کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ خلع ایک ایسا معاملہ ہے جس میں تراضی طرفین ضروری ہے اور کوئی فریق دوسرے کو مجبور نہیں کر سکتا۔ لیکن ان متجددین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ خلع عورت کا ایک حق ہے جسے وہ شوہر کی مرضی کے بغیر بھی عدالت سے وصول کر سکتی ہے، یہاں تک کہ پاکستان میں کچھ عرصہ پہلے عدالت عالیہ یعنی سپریم کورٹ نے اس کے مطابق فیصلہ دے دیا اور اب تمام عدالتوں میں اسی فیصلے پر بطور قانون عمل ہو رہا ہے حالانکہ یہ فیصلہ قرآن و سنت کے دلائل اور جمہور کے متفقہ فیصلے کے خلاف ہے۔[۱۹]

لیکن مولانا تقی عثمانی کی خلع کے سلسلے میں عدالتی فیصلہ کے حوالے سے اس رائے پر اہل حدیث علمانے خاصی تنقید کی ہے، مثلاً حافظ صلاح الدین یوسف اس رائے پر سخت نقد کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اپنی رائے کو، جو تقلیدی جمود پر مبنی ہے، قرآن و سنت کے دلائل اور جمہور کے متفقہ فیصلے کے مطابق قرار دینا یکسر غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ حالانکہ قرآن و سنت کے مطابق خلع کی اصل صورت وہ ہے جس کی مختصر تفصیل ہم نے پیش کی ہے۔ خلع کی اس صورت کو متجددین کی رائے بتلانا اور قرآن و سنت کی نصوصِ صریحہ کی بے جا تاویل کر کے ان سے اپنے تقلیدی موقف کا اثبات ایک تحکمانہ انداز اور قرآن[۲۰] و حدیث میں بیان کردہ حق خلع کا صریح انکار ہے۔[۲۱]

زیر بحث مسئلے میں ایک اور حنفی عالم لکھتے ہیں:

خلع میاں بیوی کا آپس کا معاملہ ہے، اس میں عدالت یا تیسرا کوئی شخص مشورہ تو دے سکتا ہے، جبر نہیں کر سکتا، نہ عدالت کے پاس از خود یہ اختیار ہے کہ وہ شوہر کی رضامندی کے بغیر عورت کے حق میں یکطرفہ (ون سائیڈ) خلع کا فیصلہ کر دے۔ اگر عدالت ایسا کوئی فیصلہ کرتی ہے تو قرآن و حدیث اور اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے لوگوں کے نزدیک ناقابل عمل ہوگا اور اللہ کے نزدیک ناقابل قبول رہے گا۔ جس طرح نکاح کی قبولیت کا صرف شوہر کو یا اس کے بارے

18– تقی عثمانی، **فتاویٰ عثمانی** (کراچی: مکتبۃ معارف القرآن، ۲۰۰۷ء)، ۲: ۴۴۵۔

19– محمد تقی عثمانی، **درس ترمذی**، (کراچی: دارالاشاعت) ۳: ۴۹۷۔

20– یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ کیا واقعی قرآن میں خلع کی زیر بحث صورت کو صراحتاً بیان کیا گیا ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو پھر علمائے امت کا اس کی تفسیر / تشریح میں اختلاف کیوں پیدا ہوا؟

21– ماہ نامہ **محدث**، لاہور، ۴۵: ۳۶۲، ۶۰۔

میں مقرر کردہ وکیل ہی کو حق حاصل ہے اسی طرح خلع کی پیش کش کو قبول کر کے طلاق دینے کا حق بھی شوہر ہی کو حاصل ہے، لہٰذا جس طرح بیوی رقم کے بدلے طلاق حاصل کرنے پر راضی ہے اسی طرح شوہر کا بھی رقم قبول کر کے طلاق دینے پر راضی ہونا ضروری ہے۔ جمہور فقہا کا اتفاق ہے کہ خلع باہمی رضامندی کے ساتھ جائز ہے۔۔۔۔۔عدالت کی طرف سے شوہر کی رضامندی کے بغیر جو یک طرفہ خلع کی ڈگری جاری کر دی جاتی ہے وہ شرعاً معتبر نہیں۔ اس صورت میں عورت کا کسی اور مرد سے نکاح کرنا حرام اور بدکاری ہوگا۔[۲۲]

ان صاحب پر نقد کرتے ہوئے حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

ان صاحب نے بھی حنفی طریق خلع کو قرآن وحدیث کا بیان کردہ خلع قرار دینے کی جسارت کی ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ حنفی طریق خلع دراصل حق خلع کا انکار ہے کیونکہ ان کی نزدیک اس میں دونوں کی رضامندی ضروری ہے۔ اگر خاوند عورت کے مطالبۂ طلاق کو تسلیم نہ کرے تو عورت خلع حاصل کر ہی نہیں سکتی۔ خاوند کی ہٹ دھرمی کا حل قرآن وحدیث میں عدالت کو قرار دیا گیا ہے لیکن حنفی فقہ کہتی ہے کہ عدالت کو قطعاً یہ حق حاصل نہیں۔ عدالت اگر مداخلت کر کے عورت کو یہ حق دلائے گی تو عورت کو طلاق نہیں ہوگی۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت خاوند کی ہٹ دھرمی کی صورت میں عدالت سے خلع حاصل کرنے کے بعد عدت گزار کر کسی اور جگہ نکاح کرے گی تو احناف[۲۳] کے نزدیک یہ نکاح عند اللہ نا قابل قبول ہوگا، جب ایسا ہے تو پھر وہ نئے میاں بیوی تو ساری عمر زناکاری ہی کے مرتکب رہیں گے۔۔۔۔ بتلائیے! یہ حق خلع کا اثبات ہے جو اللہ رسول نے عورت کو دیا ہے یا اس کا صاف انکار ہے۔ خاوند کی رضامندی کے بغیر اگر عورت اپنا یہ حق وصول نہیں کر سکتی، تو پھر خاوند کی ہٹ دھرمی کی صورت میں آخر وہ اپنا یہ حق کیسے وصول کرے گی؟[۲۴]

خلاصہ بحث

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ اہل حدیث علما کی راے میں اگر عورت اپنے شوہر سے خلع یا طلاق چاہتی ہے مگر شوہر خلع یا طلاق پر راضی نہیں ہے تو عدالت زوجین میں علاحدگی کر دینے کی مجاز ہے، خواہ عورت کے پاس علاحدگی کے لیے ایسی وجہ جواز نہ ہو جو جمہور فقہا فسخ (تفریق / علاحدگی) کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں، بلکہ عورت کا

22– ماہ نامہ **محدث**، لاہور، ۴۵: ۳۶۲، ۶۱، بہ حوالہ: **تفسیر روح البیان**، جامعۃ البنوریۃ العالمیۃ، کراچی، ۱: ۵۹۰۔

23– ہماری راے میں مولانا موصوف کی یہ بات مزید تحقیق کی محتاج ہے کہ آیا تمام حنفی علما زیر بحث مسئلے میں عدالتی خلع اور اس کی بنیاد پر کیے گئے اگلے نکاح کو غلط / غیر شرعی قرار دیتے ہیں۔ اس بحث کو قضاء القاضي ینفذ کے تحت بھی دیکھا جانا چاہیے۔

24– ماہ نامہ **محدث**، لاہور، ۴۵: ۳۶۲، ۶۱۔